ڈاکٹر ابوبکر جیلانی
ریڈر شعبہ اردو، خضر پور کالج کلکتہ

بنگال میں فارسی شاعری کی روایت

برصغیر ہندوپاک میں ولؔی سے قبل فارسی زبان میں ہی تخلیق وتصنیف ہوا کرتی تھی۔ لیکن ولؔی گجراتی نے جب ریختے میں کلام موزون کرنے کی بنیاد ڈالی تو فارسی شعرا ہی اردو میں شعر کہنے کی طرف مائل ہوئے۔ جو بعد میں باضابطہ اردو ہی کے شاعر تسلیم کئے جانے لگے۔ شمالی ہند کے شعراء میں میرؔ ومرزا اوران کے پیش روں میں ذوقؔ وغالب مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔

جہاں تک بنگال کا تعلق ہے ہندوستان کے دیگر مراکز اردو کی طرح اس نے بھی فارسی زبان میں تخلیق وتصنیف کر کے ایک تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ اٹھارہویں صدی میں میرؔ ومرزا کے ہمعصر شعرا مصدرؔ، مخلصؔ، قدرتؔ، انشاؔ، مہاراجہ رام نرائن موزوں، ہردئی رام جودت اور دردمند فقیہہ وغیرہ نے فارسی علم وادب اور تہذیب وثقافت کی لوکو فروزاں رکھا۔ انشا کی زبان فارسی دانی کے بارے میں محمد حسین آزاد لکھتے ہیں:

”فارسی میں وہ انتہائی درجہ کی قدرت رکھتے تھے۔ اس میں جب نظم یا نثر کہتے تھے تو یہی معلوم ہوتا تھا گویا بلبل شیراز سامنے بول رہا ہے۔ دیوان فارسی کا یہی حال ہے۔۔۔۔ جس

غزل کو دیکھو گویا دو ایرانی ہیں کہ کھڑے باتیں کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ اگر چند ساعت کے لیے اپنے رفیق طبعی یعنی تمسخر سے جدا ہوتے اور ذرا زبان کو قابو میں رکھتے تو خدا جانے اپنے زمانے کے خاقانی اور انوری ہوتے یا سعدی و خسرؔو" (آبحیات صفحہ: ۳۲۹،۳۲۹)

انشا ایک نو وارد ایرانی کو منظوم رقعہ لکھتے ہیں جس سے زبان پر قدرت اور لطف بیان کا بخوب اندازہ ہوتا ہے۔ چند اشعار نموتاً پیش کئے جاتے ہیں۔

تو ای نسیم سحر گہ ز جانب انشاؔ　　برد بخدمت صاحب علی شیرازی

سلام شوق رسان و بگو بعجز و نیاز　　کہ می سزد بکمال تو ہر قدر نازی

بلی رنفخہ، روح القدس مدد داری　　ازان مسیحِ زمان و سراسر اعجازی

ہمای عالمِ قدسی، سہیم تو عنقاست

چون طائرانِ بہشت برین خوش آوازی

۱۱۳ اشعار کا یہ منظوم رقعہ کے علاوہ دیگر اصناف سخن کے مطالعہ سے ان کی فارسی زبان پر قدرت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

لیکن جب مرشد آباد کی ادبی چمک دمک زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکی۔ سراج الدولہ کی شہادت، شاہی خزانے کے لوٹ اور پیر محمد قاسم کی شکست نے مرشد آباد کو تہہ و بالا کر دیا۔ سیاسی انتشار نے معاشرتی زندگی کو متاثر کیا۔ معاشی بحران کی وجہ سے ادبی محفلیں سونی پڑ گئیں اور تہذیبی اور ثقافتی قدریں بھی اپنی توانائی اور تابناکی کھو دیں۔ ان حالات میں مرشد آباد کے ادباً اور شعرأ مشرقی ہندوستان کے ثانوی مراکز اردو کے علاوہ بنگال کے مختلف اضلاع جیسے مدینہ پور، بردوان، ہوگلی اور مٹیا برج میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اس لحاظ سے یہ اضلاع اور اس کے قصبات بھی فارسی نظم و نثر کی شاندار روایات اور گوناگوں امتیازات کی وجہ سے کافی اہمیت کے حامل ہیں۔

چنانچہ راجہ رام موہن رائے، قاضی صادق وغیرہ کی خدمات گرانقدر ہیں۔

قاضی صادق اختر کی پیدائش ہوگلی میں ہوئی۔ وہ قتیل کے شاگرد تھے۔ قتیل کی فارسی دانی ہندوستان میں مسلم تھی۔ ان کے تلامذہ کا حلقہ وسیع تھا۔ اختر زیادہ تر فارسی اشعار میں کہتے تھے۔ اردو اور فارسی کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ ان کے چند متفرق اشعار ملاحظہ کیجئے

آہ جان سوز کہ در سینہ من شعلہ کش است | این چراغیست ببالینِ مزارِ دلِ من
سنگدل بیگانہ خون آشنا، دیدم تُرا | عمرِ من از حق نرنجی بیوفا، دیدم ترا
نمی آرد دل من یکسرِ موتاب اندوہست | مسرت گردم بمرگم وا مکن زلف پریشان را
خط بر آوردی وزیشانی ہنوز | پیشوای سادہ رویانی ہنوز
گرچہ از خطِ صبح حُسنت شام شد | جانِ اختر ماہِ تابانی ہنوز
اثری کہ دارد آہم کشد انتقام، روزی | کشدم گر انتظارش کشد انتظارم اورا

چو بگفتمش کہ بس سگ آستانت اختر
بغرور گفت کمر ز سگاں شمارم اورا

لیکن جب انگریزوں نے کلکتہ کو اپنا دارالحکومت بنایا اور فورٹ ولیم کالج کا قیام عمل میں آیا تو اس کالج میں منصوبہ بند طریقے سے تالیف و ترجمہ کا کام شروع ہوا۔ اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ لیکن اس ادارے سے الگ ہو کر ڈھاکہ میں نواب سید محمد آزاد اور نواب سید محمود آزاد اور کلکتے میں دیب خاندان کے مہاراجے، راج کشن دیب بہادر راجہ، اپورب کشن دیب بہادر کنور، نساخ، مدرسہ عالیہ کلکتہ سے منسلک اساتذہ اور حکومت وقت کے اعلی عہدے پر فائز اکابرین علم و ادب نے فارسی میں بھی تخلیق و تالیف کے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں۔

نواب سید محمود آزاد شہر ڈھاکہ کے رہنے والے تھے۔ انہیں فارسی شاعری سے بھی دلی

رغبت تھی ان کے چھوٹے بھائی نواب سید محمد آزاد ''اودھ پنچ'' کے مشہور مضمون نگاروں میں سے تھے۔محمود آزاد کی فارسی غزلوں میں رنگ تغزل موجود ہے۔چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

ہجوم دردمندان باز برخاک من است امشب   چراغ تربتم از سوز دلہا روشن است امشب

بر غلط فہمی ما حیف کہ از مزرعِ دہر   جز زبان ہیچ نبود آنچہ تمنا کردیم

یک نگہ باعثِ صد یاس و ہزاران امید   ہر چہ گوئید ازین فتنہ گران می آید

عالم آرائی حسن تو دل و جانم سوخت   ہر کہ را می نگرم رشک بر آن می آید

آتشِ رشک زدہ شعلہ بجان آزاد

این چہ حرف است کہ آن جانِ جہان می آید

آزاد نے قصیدے بھی لکھے ہیں۔اپنے وطن ڈھاکہ کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

ہمایوں خط مینو سوادِ دلکشا شہری   کہ باشد روکش گلزار جنۃ مربیا بانش

مبارک مرز بومی جانفزا جائی طرب خیزی   کہ آمد خوشتر از صبح وطن شام غیر بیانش

زِتاثیر ہوا و آب جان بخش و روان پرور   فراغ از فیضِ انفاسِ مسیح و آب حیوانش

زِجان آسانی شام و مسرت زائی صبحش

بجان شام ہرات و صبحِ بنشاپور قربانش

آزاد نے حمد باری تعالیٰ کے عنوان سے جو قصیدہ لکھا ہے اس کے الفاظ کی شوکت اور معانی کی دل نشین داد طلب ہے۔چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

ای ذاتِ تو از شائبہ شرک مرا   برہان وجود تو زِ ہر زدہ ہویدا

سرکشتہ وصحرائی خیال تو بخش   وارفتۂ سودائی وصال تو تمنا

آزاد نے خاقانی اور عرفی کی زمینوں میں بھی قصائد کہے ہیں جس سے ان کی علمی

صلاحیت، زباندانی اور شاعر ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ آزاد کو اپنے فارسی کلام پر ناز تھا۔ چنانچہ اپنے ایک شعر میں اسکا اظہار بھی کیا ہے ؎

آزاد نظم ریختہ کچھ میرا فن نہیں

واقف ہیں فارسی کے میرے شعرتر سے آپ

اٹھارہویں صدی اور انیسویں صدی میں بنگال میں اہم شخصیتیں پیدا ہوئیں اور افق ادب پر چھا گئیں۔ ان کی نگارشات نظم ونثر نے اہلِ ہند کو اپنی جانب متوجہ بھی کیا۔

دوصدی قبل بنگال میں جو علم وادب کی شمع جلی تھی اس کی ضوفشانی سے بیسویں صدی میں کلکتے کی ادبی سمت ورفتار، علامتوں اور اشاریتوں کے واضح نقوش فراہم کرتے ہیں۔ چنانچہ اس صدی کے معتبر شعراٗ میں قاضی عبدالحمید خان (۱۸۵۷۔۱۹۲۲) شمس کلکتوی (۱۲۸۴ھ ۱۹۰۵ء)، وحشت کلکتوی (۱۸۸۱ء۔۱۹۵۶ء) پروفیسر محفوظ الحق وغیرہ کی خدمات نظم ونثر نے علم وادب اور تہذیب وثقافت کے چراغ کو روشن رکھا اور یہ سلسلہ آزادی کے بعد آہستہ روی کے ساتھ ہی سہی جاری ہے۔

شمس اپنے والد نساخ علمِ نامدار نواب عبدالطیف خاں بہادر رئیس اعظم کلکتہ کی طرح افسرانہ عظمت وجلال کے مالک نہ تھے۔ لیکن ان کی شاعرانہ عظمت اور استادانہ حیثیت سے انکار ناممکن ہے۔ شمس شعروشاعری کا ذوق فطرت کی طرف سے لے کر آئے تھے۔ اردو اور فارسی میں ان کا کلام موجود ہے۔ شمس نے قصائد بھی کہے ہیں جو کہ قدماٗ کے رنگ میں ہیں۔ ایک فارسی قصیدہ عالی جاں خان بہادر محمد اسمٰعیل کی آمد کلکتہ کے موقعے پر کہا ہے۔ اس بہاریہ قصیدہ کے چند اشعار سماعت کیجئے۔

صباح عید نوید نشاط داد بشیر　　　　　کہ رنگ عارض اندوہ یافتہ تغیر

چمن چمن گل عشرت شگفتہ اندر باغ　　جہان جہان شدہ مسرور خاطر دلگیر
زفیضِ آب وہوا این زمان عجب نبود　　شود بزم شکر ریز بلبل تصویر
زعکسِ عارض خوبان مہر وش شدہ است
ضیا فضائے چمن صد ہزار ماہِ منیر

شمس کا یہ فارسی قصیدہ اس دعا پر ختم ہوتا ہے۔

جلیسِ بزم ترا جام عیش باد بکام　　عدوی جاہ ترا مرگ دستگیر نصیر
فلاح جوی تو مسرور از نعیم ابد　　زوال خواہ تو مقہور در عذاب سقیر

قاضی عبدالحمید صاحب کے والد محترم مولوی محمود اللہ فورٹ ولیم کالج میں استاد تھے۔ قاضی عبدالحمید صاحب رین کالج میں عرصے تک فارسی کے پروفیسر رہے۔ نساخ کے شاگردوں میں سے تھے۔ اردو اور فارسی دونوں میں شاعری کرتے تھے۔ اپنے استاد نساخ کی وفات پر فارسی میں جو نظم تحریر کی ہے جن سے ان کی بے پناہ عقیدت اور محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بو محمد حضرت عبد الغفور　　خان بہادر حاکم عالی مقام
اوستاد مشفق وغم خوار من　　نیک سیرت نیک خصلت نیک نام
نکتہ سنج ونکتہ دان ونکتہ فہم　　نکتہ پرور، نکتہ ور جادو کلام
جملہ گفتارش بود سحر حلال　　جملہ اشعارش بود معجز نظام
من چہ گویم از کمالش ای حمید　　نظم را بود از وجودش احترام
یادگار، اُو بود افزون زیست　　سخنہای دانش آموز انام
رفت از بزم جہان چہ بوی گل　　شد مکینِ گلشنِ دار السلام

شد اور احضرت ربِ غفور   بہر جاوِ شافعی یوم القیام

سال فوتش گفت در ہجری سروش

شاعر جنتِ مکانِ نیک نام

قاضی عبدالحمید صاحب کا دور شاعری غدر کے بعد کے پہلی دہائی سے شروع ہوتا ہے ۱۸۷۹ء میں یعنی غالب کی وفات کے دس سال بعد انہوں نے اپنی بیاض مرتب کر لی تھی۔ موصوف کے کلام کا معتد بہ حصہ غزلوں پر مشتمل ہے۔ نساخ کے بعد کلکتے کا سب سے زیادہ شہرت وحشت کو ملی ہے۔ وحشت، شمس کے عزیز شاگردوں میں سے تھے۔ غالب دوراں اور غالب ثانی کہلائے۔ وحشت نے غزلوں کے علاوہ قصیدے بھی کہے ہیں۔ فارسی میں ایک قصیدہ ڈاکٹر ایڈیسن راس، پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ کی تعریف میں کہا ہے۔ اس مدحیہ قصیدہ کا ایک بند ملاحظہ کیجئے:

باد بہاران وزید جلوہ نما شد چمن   لالہ زیکسو دمیدہ وزطرفی نسترن

راحت نظارہ شد، رنگ گل ویاسمن   تاسخن آرا شود وحشت شیرین سخن

خانہ بدوشان شوق خوش چمن ساختند

وز سخنِ آرزو انجمنی ساختند

اوراس فارسی قصیدہ کا دعائیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

گشتہ بعالم عیان زور قلمرانیش   حسن عبارت کند خدمت مہانیش

خلعۂ ہرکس نوشت مدحت طولانیش   دردزبانہا شدہ ذکر زباندانیش

دردزبان، ہمچنین باددعائش مدام

دار دلش ایزد بد ہر محترم وشادکام

الغرض بنگال کے اردو شعرأنے فارسی میں بھی شاعری کی ہے۔اس کی ایک وجہ تو فارسی تہذیب وتمدن اور ثقافت کے اثرات ہے دوسری وجہ وہ خود کو ایک مسلم الثبوت استاذ اور فارسی زبان وادب میں کامل دستگاہ رکھنے والے شاعر کی حیثیت سے اپنی پہچان بنانا چاہتے تھے۔اور اس میں وہ کامیاب وبامراد رہے۔